کلمۃ اللہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب

کی وفات پر ان کا ذکر خیر

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ
نُزُلًا ﴿١٠٨﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٩﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ
الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ
رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿١١٠﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ
رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿١١١﴾

(الکہف: ۱۰۸-۱۱۱)

اور پھر فرمایا:

قرآن کریم کی جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں یہ سورۃ کہف سے لی گئی ہیں اور سورۃ کہف کی آخری چند آیات ہیں۔ ان آیات میں جو تین آیات ہیں ان میں بظاہر ایک مضمون کا دوسرے سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ سرسری نظر سے دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ ہر آیت میں ایک مختلف بات کی گئی ہے۔ حالانکہ ایک مسلسل مضمون ہے اور بڑا گہرا رابطہ رکھتا ہے۔

پہلی آیت میں مومنوں کا ذکر ہے وہ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے۔ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنات فردوس بطور مہمانی کے عطا ہوں گی۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے ان میں رہیں گے اور کبھی بھی ان سے الگ نہیں ہوں گے۔ یعنی يَبْغُوْنَ عَنْهَا کا معنی محض جسمانی طور پر الگ ہونا نہیں بلکہ کبھی ان سے اکتائیں گے نہیں، کبھی ان جنتوں سے ان کا پیٹ نہیں بھرے گا، ان کی نظر نہیں بھرے گی اور ہمیشہ ان میں ان کے لئے لذتوں کے سامان رہیں گے، ان جنتوں سے وہ چمٹے رہیں گے، نہ نکالے جائیں گے نہ خود نکلنا چاہیں گے۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ اعلان کر دے لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ کہ اگر میرے رب کے کلمات کو لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جاتے لَنَفِدَ الْبَحْرُ تو سمندر تو خشک ہو جاتے لیکن كَلِمٰتُ رَبِّيْ میرے رب کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے تھے وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا خواہ ہم ان ختم ہوئے سمندروں کی مدد کے لئے ویسے ہی اور سمندر لے آتے۔ یہ ایک اور مضمون ہے۔

اور ایک تیسرا مضمون یہ ہے کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی اعلان کر دے کہ میں بھی تو تمہارے ہی جیسا ایک بشر تھا، یعنی بشر ہوں بھی اس کا معنی ہے لیکن مضمون کے ایک پہلو کے لحاظ سے یہ ترجمہ زیادہ درست بنتا ہے کہ یہ اعلان کر دے کہ میں بھی تمہاری ہی طرح کا ایک بشر ہی تو تھا۔ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اور دیکھو وحی نے میری کیسی کایا پلٹ دی۔ تم جیسے انسانوں میں سے نکلا اور خدا کی وحی کا مورد بن گیا اور کس عظیم الشان مقام تک جا پہنچا لیکن یہ فضل الٰہی صرف میری ذات پر نہیں ہر کسی کے لئے ایک کھلی دعوت ہے، ایک صلائے عام ہے لیکن پھر میرے جیسا بننا پڑے گا۔ جو کچھ میں نے کیا ہے تم بھی وہی کرو اور وہ کیا ہے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا اگر مجھے دیکھ کر تمہارے دل میں بھی تمنا پیدا ہوئی ہے کہ ہم بھی ان بلند مقامات کو حاصل کر سکتے، ہم بھی اپنے رب کی لقا کو پا جاتے تو پھر تم بھی عمل صالح کر کے دکھاؤ اور خدا کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ۔ یہ مضمون بھی ایک الگ مضمون ہے اور

بظاہر ان تینوں مضامین میں کوئی تعلق نظر نہیں آ رہا لیکن ان تینوں میں سے جو مرکزی آیت ہے اس کے مضمون پر زیادہ گہری نظر ڈالی جائے تو پھر دائیں اور بائیں کی آیات کا مضمون خوب کھل کے سامنے آ جاتا ہے۔

قرآن کریم اللہ کے کلمات کا ذکر فرما رہا ہے کہ خدا کے کلمات کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور اس سورۃ کا تعلق عیسائیت کے رد کے ساتھ ہے خصوصاً اس کی پہلی آیات اور اس کی آخری آیات عیسائیت سے ہی تعلق رکھتی ہیں اور عیسائیت کے رد کے مختلف پہلو ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن کریم میں کلمہ کہا گیا گویا اس بات کی تصدیق کی گئی کہ وہ کلام تھا لیکن کلام کن معنوں میں تھا اس پر روشنی نہیں ڈالی گئی۔ عیسائی تو کلام ان معنوں میں لیتے ہیں کہ وہ ایک منفرد حیثیت تھی جو خدا کی خدائی میں شریک تھا اور وہی کلام تھا اس کے سوا کوئی کلام نہیں تھا۔ قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ کہہ کر بات کو واضح فرما دیا کہ خدا کے بے شمار کلمات ہیں ان کلمات میں سے ایک کلمہ مسیح بھی تھا۔ اور خدا کے کلمات نہ ختم ہونے والے ہیں اور مختلف رنگ میں کلمات کا اطلاق کر کے قرآن کریم نے بتایا کہ کلمہ کا مضمون بہت ہی وسیع مضمون ہے۔ ہر کلام جو کسی نبی پر نازل ہوتا ہے وہ بھی کلمات پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہر وہ نیک شخصیت جو اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑ لیتی ہے اور ثبات قدم اختیار کرتی ہے اس کی شاخیں آسمان تک دراز ہوتی ہیں اور وہ خدا سے فیض پا کر نئے نئے روحانیت کے پھل خود بھی کھاتی ہے اور دنیا کو بھی دیتی ہے، اس کو بھی کلمہ فرمایا گیا۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ کلمہ اگر اس کو انسانی معنوں میں لیا جائے تو وہ ایک ہے دو ہیں یا تین ہیں یا کس حد تک کلمات ہیں، پہلے تھے اور اب عطا ہونے بند ہو گئے ہیں یا آئندہ بھی جاری رہیں گے اور اسی طرح کلمہ ہر کلام الٰہی کے ہر جزو پر بھی صادق آتا ہے اور اس کے ہر معنی پر بھی لفظ ''کلمہ'' صادق آتا ہے۔

لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ میں خصوصیت کے ساتھ قرآن کریم کا بھی ذکر ہے اور قرآن کریم کو تو ایک دوات نہ سہی دو یا تین دواتوں میں یا درجن سیاہی کی دواتوں میں لکھا جا سکتا ہے۔ تو پھر یہ کہنا کہ کلام الٰہی کو اگر لکھنا شروع کرو تو سمندر خشک ہو جائیں اور پھر اور سمندر ہم لے کر آئیں اور وہ بھی خشک ہو جائیں اور کلام الٰہی ختم نہیں ہوگا۔ کلمات الٰہی ختم نہیں ہوں گے۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ اس کے معنی یہی بنتے ہیں کہ ہر کلمہ کے اندر بے انتہا کلمات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے

نشانات ہیں اور وسیع مضامین ہیں۔ اگر مضامین کے اعتبار سے کھولا جائے تو لا متناہی کلمات ہو جاتے ہیں۔

تو کلام الٰہی کے بعد انبیاء کی ذات بھی کلمات کہلاتی ہے اور صرف حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں بلکہ ہر نبی ایک کلمہ تھا اور خدا کے تمام نیک بندے کلمات ہوتے ہیں۔ چنانچہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ میں جن مومنین کا ذکر ہے کہ ان کو جنات الفردوس عطا ہوں گی وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے نہ وہ کبھی ان سے تھکیں گے، نہ کبھی ان کو خدا کی طرف سے باہر نکالا جائے گا۔ یہ وہی کلمات ہیں جن میں کچھ کلمات کی وضاحت اگلی آیات میں کی گئی ہے اور خوشخبری حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دی جارہی ہے کہ عیسائی تو ایک کلمے کے اوپر فخر کر رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ منفرد تھا، ہم نے مسیح کو تو کلمہ کہا لیکن تجھے ہم کلمہ گر بنا رہے ہیں۔ تجھ سے بے شمار کلمات وجود میں آئیں گے اور وہ سارے مومنین جن سے لامتناہی جنتوں کے وعدے کئے جارہے ہیں، نہ ختم ہونے والی جنتوں کے وعدے کئے جارہے ہیں، وہ سارے کلمات الٰہی ہوں گے جو تجھے نصیب ہوں گے۔ پس یہ اعلان کہ میرے رب کے کلمات کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ اس کثرت سے اللہ تعالیٰ تجھے کلمات طیبات عطا فرمائے گا کہ ان کا پیدا ہونا بھی ختم نہیں ہوگا اور ان میں سے ہر وجود کے اندر معانی کے سمندر ہوں گے اور نیکیوں اور تقویٰ کے سمندر ہوں گے۔

یہ کیوں ہے؟ اس لئے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کے نتیجہ میں ان کو یہ نصیب ہونا تھا۔ چنانچہ اس طرف توجہ مبذول فرمانے کی خاطر تیسری آیت میں یہ اعلان کروایا گیا ہے کہ کلمہ گر تو میں ہوں تمہارے جیسا ہی بشر تھا، تمہاری ہی طرح کا ایک عام انسان تھا مگر جب مجھ سے تعلق جوڑا جائے۔ جب تم میری پیروی کرو اور جیسے نیک اعمال میں نے کئے ہیں ویسے تم بھی کرنے لگو اور جیسا توحید کو میں نے مضبوطی سے تھام رکھا ہے اس طرح تم بھی توحید کے ساتھ چمٹ جاؤ تو پھر یہ وحی الٰہی کی نعمت جو کلمہ بناتی ہے وہ تمہیں بھی نصیب ہونی شروع ہو جائے گی اور میں اس نعمت کو محض اپنی ذات تک محدود کرنے کے لئے نہیں آیا۔ میں تو اس نعمت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے آیا ہوں تا کہ مجھے دیکھو اور تم میں شوق پیدا ہو اور تم میں محبت پیدا ہو، اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق کی تمنا پیدا ہو اور اس کے نتیجے میں تم نیک اعمال کرو، میری پیروی کرو، میری طرح موحد بن

جاؤ یعنی جس حد تک تمہارے لئے ممکن ہے اور پھر دیکھو کہ خدا کے کلمات لامتناہی ہیں اور یہ کلمات کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو نعمتوں کی عطا کا سلسلہ ہے یہ بند نہ ہونے والا سلسلہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں اسی آیت کے ایک زندہ نشان کے طور پر پیش فرمایا اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسیہ نے اس زمانے میں بھی اثر دکھایا اور اس زمانے میں بھی آپؐ کی قوت نے ایک کلمہ گر پیدا کر دیا اور وہ سلسلہ جو بظاہر بند ہوتا دکھائی دے رہا تھا وہ خدا تعالیٰ نے پھر جاری فرما دیا پھر اس مقدس صحبت کے نتیجے میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے منعکس ہوئی پھر بہت سے کلمات پیدا ہونے شروع ہوئے۔عظیم الشان صحابہ ہیں جن میں سے ہر ایک کا وجود ایک کلمہ کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر ایک کا وجود اپنے اندر اتنی گہرائی رکھتا ہے کہ عام انسانی نظر اس گہرائی کو پا سکے یا نہ پا سکے لیکن حقیقت میں ان کے باطن میں جو لازوال حسن اللہ تعالیٰ کی محبت کا جھلک رہا ہے وہ ایک نہ ختم ہونے والا سمندر ہے اور بسا اوقات یہ باتیں باطن ہی میں مخفی رہتی ہیں اور دنیا کی نظر میں سوائے اس کے کہ کوئی مجبوراً خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو اور مجبور ہو اظہار پر ورنہ اکثر ایسے لوگ خاموشی کے ساتھ آتے بھی ہیں اور گزر بھی جاتے ہیں اور انسانوں کی نگاہوں کا مرکز بھی نہیں بنتے اور یہ سلسلہ دیگر کلمات کے علاوہ اپنی ذات میں نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ ہے۔

مکرم ومحترم حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جن کا وصال یکم ستمبر کو ہوا۔میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات میں سے ایک کلمہ تھے اور ایک عظیم الشان مقام خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تقویٰ کا نصیب ہوا۔جب میں یہ کہتا ہوں تو میں اس رنگ میں کہتا ہوں کہ گویا یہ میری دعا ہے اور جب خدا کے مومن بندوں کو اپنے فوت شدہ احباب اور بزرگوں کا ذکر خیر کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ بھی فتوے کے رنگ میں نہیں بلکہ دعا کے رنگ میں۔

کیونکہ جہاں تک آخری فیصلے کا تعلق ہے نیکی اور تقویٰ کا فیصلہ کرنا صرف خدا کا کام ہے۔وہی عالم الغیب ہے،وہی عالم الشہادۃ ہے۔وہ فرماتا ہے فَلَا تُزَكُّوٓا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (النجم:۳۳) کہ تم نہ اپنے آپ کو متقی

گردانا کرو نہ اپنے ساتھیوں اور احباب کے متعلق فتوے دیا کرو کہ وہ یقیناً متقی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم ان کا خیر کے ساتھ ذکر کیا کرو، حسن ظن کے ساتھ ذکر کیا کرو۔ تو ان دونوں میں تضاد تو کوئی نہیں ہوسکتا۔ کلام الٰہی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں کوئی تضاد نہیں۔ مراد صرف یہ ہے کہ اپنے بھائیوں، اپنے بزرگوں، اپنے دوستوں کا حسن ظن کے ساتھ ذکر کرو، خیر کے ساتھ ذکر کرو۔ ان معنوں میں کہ تم اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھتے ہو کہ ان کے بارے میں تمہارے اندازے سچ ہوں گے۔ اور اگر وہ سچ نہ بھی ہوں تو ان کے لئے مجسم دعا بن جاؤ اور اس طرح ذکر کرو کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کی نظر پڑے اور تمہارے حسن ظن کو ان کی ذات میں سچا کر دکھائے۔

پس جب میں یہ کہتا ہوں کہ میں یقین رکھتا ہوں تو ایک دعا کے رنگ میں کہتا ہوں، جہاں تک میرا علم ہے اس علم کے اظہار کے طور پر کہتا ہوں۔ لیکن فتویٰ دینے کا نہ مجھے حق ہے نہ آپ کو حق ہے نہ آپ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ہیں نہ میں عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ہوں لیکن جہاں تک انسانی نظر کام کرتی ہے جہاں تک دور سے میں نے ان کی ذات کو دیکھا اور قریب سے ان کی ذات کو دیکھا، اس ذات کے متعلق علم حاصل کیا جو میری پیدائش سے پہلے بھی موجود تھی اور زندگی کا ایک بڑا حصہ گزار چکی تھی اور اس ذات کے متعلق بھی غور کیا جس نے میری زندگی کا وہ حصہ پایا جو ہوش کا زمانہ کہلاتا ہے اور علمی لحاظ سے بھی آپ کا جائزہ لیا، آپ کی کتب کا مطالعہ بھی کیا، آپ کے متعلق لکھنے والوں کی تحریروں کا بھی جائزہ لیا، آپ کے متعلق خدا تعالیٰ کے بندوں کے تاثرات کو بھی سنا اور بعض دفعہ آپ کی ایسی خوبیوں میں جھانکنے کا بھی موقع ملا جو عموماً لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہتی ہیں، خط وکتابت کا بھی موقع ملا اور ایسی حالت میں ان کو دیکھا جب کہ عموماً انسان نظروں سے تو شرماتا ہے لیکن خط لکھتے وقت اپنی اندرونی کیفیات کو خود ظاہر کر دیا کرتا ہے تو ان سب جائزوں کے بعد میں یہ یقین رکھتا ہوں اور میں اس یقین کو خدا کے حضور ایک عاجزانہ عرض کے طور پیش کرتا ہوں کہ وہ ہمارے اس یقین کو سچا کر دکھائے کہ یہ ہمارے بہت ہی پیارے وجود، بہت ہی بزرگ ساتھی جو چند دن ہوئے ہمیں حزیں بنا کے رخصت ہوئے ہیں، یہ اللہ کی نظر میں بھی متقی ٹھہریں خدا کی بھی محبت اور پیار کی نظر ان پر پڑ رہی ہو یہ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً اپنے رب کے حضور حاضر ہوئے ہوں۔

آپ بھی قرآن کریم کی اس آیت کے مصداق اور ان تمام غلامانِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گروہ کے جو اپنی اپنی جگہ یہ گواہی دیتے رہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً کلمہ گر تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو نور پایا جو فیض آپ کو عطا ہوا وہ بھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت اور برکت کے نتیجے میں ہوا اور آپ کو بھی اسی فیض سے سیراب ہو کر آگے جاری کرنے پر مامور فرمایا گیا اس لحاظ سے نیابت رسول میں آپ بھی کلمہ گر بنائے گئے اور چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو جو فیوض عطا ہوئے ان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے نشان جھلکتے ہیں اور اس بات کا سب سے بڑھ کر آپ کو احساس تھا اتنا شدید احساس تھا کہ وہ احساس ہر وقت ذہن پہ حاضر رہتا تھا۔

میں نے مختلف حیثیتوں سے آپ کا جائزہ لے کر دیکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عشق اس احسان کے احساس کے ساتھ کہ میری زندگی کی کایا پلٹ دی ہے ہر وقت آپ کے ذہن پر سوار رہتا تھا۔ یہ انگلستان کی بات ہے کہ برمنگھم میں ایک دفعہ BBC1 کے نمائندے نے انٹرویو لیتے ہوئے اچانک آپ سے سوال کیا کہ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا واقعہ کیا ہے؟ بے تکلف سوچنے کے لئے ذرہ بھی تردد نہ کرتے ہوئے آپ نے فوراً یہ جواب دیا کہ میری زندگی کا سب سے بڑا واقعہ وہ تھا جب میں اپنی والدہ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے مبارک چہرہ پر نظر ڈالی اور آپ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ تھما دیا۔ اس دن کے بعد پھر آپ نے وہ ہاتھ کبھی واپس نہیں لیا، مسلسل ہاتھ تھمائے رکھا ہے اور جو عظمتیں بھی آپ کو ملی ہیں اس وفا کے نتیجے میں ملی ہیں، اس استقلال کے نتیجے میں ملی ہیں، نیکی پر اس صبر اختیار کرنے کے نتیجے میں ملی ہیں۔ تو دیا ہوا ہاتھ تھا پھر کبھی واپس نہیں آیا۔ ہمیشہ اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابع فرمان کے طور پر زندہ رکھا۔ ہر میدان میں، ہر علم کے میدان میں، ہر جدوجہد کے میدان میں، ہر اندرونی تجربے کے میدان میں آپ پر یہ احساس غالب رہا کہ میں نے ایک اللہ کے مامور کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے اور جہاں تک میرا بس ہے، جہاں تک میرے اندر خدا کی طرف سے توفیق عطا ہوتی ہے میں اس کے تقاضے پورا کرتا رہوں گا اور خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ نہایت ہی عمدگی کے ساتھ نہایت ہی اہلیت کے ساتھ ان تقاضوں کو پورا کیا اور آپ کے حق میں حضرت مسیح

موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو بار بار اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی اور اس بار بار عطا ہونے میں بھی ایک کثرت کا نشان تھا جو آپ کو دیا گیا۔ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنے سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''۔ (تجلیات الٰہیہ، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹)

یہ پیشگوئی مختلف رنگ میں مختلف وجودوں کی شکل میں پوری ہوتی رہی ہے مگر چوہدری ظفر اللہ خان صاحب مرحوم کو خصوصیت کے ساتھ ظاہری طور پر بھی اس کو پورا کرنے کا اس رنگ میں موقع ملا کہ آپ نے اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے بسا اوقات سب کے منہ بند کر دیئے۔ سیاست کے میدان میں بھی، وکالت کے میدان میں بھی اور تبلیغ کے میدان میں بھی۔ ایسی عمدہ نمائندگی کی توفیق آپ کو عطا ہوئی کہ اپنے تو اپنے دشمن بھی بے ساختہ پکار اٹھے کہ اس بطل جلیل نے بلاشبہ غیروں کے منہ بند کر دیئے ہیں۔

مذہبی دنیا میں جو آپ کو تبلیغ کے علاوہ خدمت کی توفیق ملی اس میں جماعت کے بہت سے اہم مقدمات کو آپ نے اس عمدگی کے ساتھ چلایا، اس عمدگی کے ساتھ ان کی پیروی کی کہ بسا اوقات ایسے مشکل مقدمات تھے جن سے نکلنا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ گویا بعض موقعوں پر جماعت کے بعض افراد یوں لگتا تھا کہ مقدمے کے چنگل میں پھنس چکے ہیں لیکن بڑی حکمت، بڑی فصاحت و بلاغت بڑی قابلیت کے ساتھ آپ نے نمائندگی کے حق ادا کئے اور اس میدان میں عظیم الشان سہرے جیتے ہیں۔

پھر سیاست کی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظیم خدمات سرانجام دینے کا موقع عطا فرمایا اور ہندوستان کی جو وکالت آپ نے انگریزی حکومت کے سامنے کی ہے وہ بھی تاریخ میں ہمیشہ سنہری حرفوں سے لکھی جائے گی اور کوئی مورخ جو تقویٰ اور دیانت سے کچھ بھی حصہ پا چکا ہو وہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان خدمات کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ گول میز کانفرنس میں، اس کے علاوہ بہت سے مواقع آئے میں نے لسٹ تیار کروائی تو بہت لمبی ہوگئی تھی۔ اس لئے یہ تو اس چھوٹے سے خطبہ میں ممکن نہیں ہے۔ چوہدری صاحب کی ایک وسیع اور طویل اور بھر پور زندگی کے سارے پہلوؤں کا ذکر کر دیا جائے۔ میں تو ضمناً چند باتیں بیان کر رہا ہوں جو آپ کو دعا کی تحریک کے طور پر اور اس تحریص کے طور پر یاد دلا رہا ہوں کہ آپ میں سے بھی ویسے پیدا ہوں۔

میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان آیات میں لامتناہی ترقی کے رستے کھولے گئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات اقدس سے بڑھ کر کوئی وجود متصور ہو ہی نہیں سکتا اور فرمایا اپنا ذکر کرنے کے بعد یہ بتا کر کہ خدا تم پر وحی نازل فرما رہا ہے سب کو صلائے عام دے دو اور کہہ دو کہ اب تم میں ہمت ہے تو آؤ ان رستوں کو اختیار کرو جن پر میں دوڑا تھا اور آؤ اور مجھے پکڑ کے دکھاؤ اور آؤ اور میری پیروی کر کے دکھاؤ اور یہ لامتناہی رستے ہیں کوئی روک نہیں ہے۔ کوئی مصنوعی حدیں ایسی نہیں ہیں جو تمہارے لئے حد فاصل ثابت ہوں اس لئے دوڑنے کی تمہیں اجازت ہے اور دوڑنے کی تمہیں دعوت ہے۔

لیکن ترقیوں کے لئے ان رستوں پر چلنا پڑے گا جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طے کر کے دکھائے ہیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھنے کی بھی کھلی اجازت ہے اور حد امکان کے لحاظ سے کوئی روک نہیں ہے اگر چہ یہ بھی بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ کبھی ایسا ممکن نہیں ہوگا کہ کوئی شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چلتے ہوئے آپ سے آگے نکل جائے لیکن روکا نہیں گیا بلکہ بلایا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کے آخری ہونے کو مایوسی کے لئے استعمال نہیں فرمایا بلکہ دعوت عام کے طور پر استعمال کیا ہے، تحریص کے طور پر استعمال فرمایا ہے۔ تو آپ سے ادنیٰ جتنے بھی بندے ہیں ان کے رستوں پر چل کر ان سے آگے نکلنے کے تو امکان بھی موجود ہیں۔ تو امت محمدیہ کو کتنی عظیم خوشخبری دے دی گئی

کہ اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت بھی تمہیں ان رستوں پر دوڑ کر جد و جہد سے روک نہیں رہی تو چھوٹے چھوٹے، ادنیٰ، ادنیٰ غلام اس کے ان کو تم کیسے آخری سمجھو گے، کیسے تم مایوس ہو جاؤ گے کہ یہ اتنی بلندیوں تک جا پہنچے ہیں کہ ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ فرمایا یہ کھلا ہوا رستہ ہے اور جہاں تک کلمات بننے کا تعلق ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند کلمات بنانے نہیں آئے تھے۔ ایک یا دو یا تین یا چار یا دس عشرہ مبشرہ دے کر چلے جانے والے وجود نہیں تھے جو کلمات آپؐ کو عطا کرنے کی صلاحیت بخشی گئی ہے اگر تم اپنے حصہ کے حق ادا کرتے رہو تو یہ صلاحیت لامحدود ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۱۰﴾

کہ اے محمدؐ! یہ اعلان کر کہ میرے رب کے کلمات جو مجھے عطا کئے جارہے ہیں میرے رب کے کلمات اتنے وسیع ہیں یعنی خدا تعالیٰ کی طاقتیں اتنی لامحدود ہیں، یہاں کلمات کے معنی طاقتیں بھی بن جاتا ہے، خدا کے پاس ایسے لامحدود خزانے ہیں کہ اگر تم لینے والے بنو تو وہ خزانے کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ گویا لامتناہی ترقیات کے رستے تمہارے لئے کھلے ہیں۔

تو میں اس لئے ذکر کر رہا ہوں کہ جہاں ایک طرف آپ کے دل میں دعا کی تحریک پیدا ہو وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی پر نظر کرتے ہوئے جو میں نے پڑھ کے سنائی ہے۔ اور اس منبع فیض کی طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے جنہیں خدا تعالیٰ نے محمدؐ کا نام آسمان سے عطا فرمایا تھا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس مبداء فیض کی طرف نگاہ کرتے ہوئے جسے قرآن کریم کہا جاتا ہے اور جس کے کلمات بھی نہ ختم ہونے والے ہیں آپ مایوسی کا کوئی خیال دل میں نہ آنے دیں۔

یہ وہم دل سے نکال دیں کہ ایک ظفر اللہ خان ہمیں چھوڑ کر جا رہا ہے تو آئندہ کے لئے ظفر اللہ خان پیدا ہونے کے رستے بند ہو گئے ہیں۔ بکثرت اور بار بار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسی عظیم الشان غلاموں کی خوشخبریاں دی گئی ہیں جو ہمیشہ آتے چلے جائیں گے اور ایک گزرے گا تو دوسرا اس کی جگہ لینے کے لئے آگے بڑھے گا۔ آپ اپنی ہمتوں کو بلند کریں۔ ان تقویٰ کی راہوں کو اختیار کریں جو حضرت چوہدری صاحب اختیار کرتے رہے، ان وفا کی خصلتوں سے مزین ہوں جن سے وہ خوب مزین تھے، وہ صبر اور وہ ہمت پیدا کریں جو آپ کی ذات کے خاصہ

تھے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور پیار میں اسی طرح رنگین ہو جائیں بلکہ اس سے بڑھ کر رنگین ہونے کی کوشش کریں جس طرح چوہدری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے خاص رنگ عطا فرمائے تھے۔ تو جماعت کے لئے تو ترقی کے کوئی رستے بند نہیں ہو سکتے۔ کسی ایک وصال کے بعد کوئی نہیں جو یہ کہہ سکے کہ اب آئندہ ایسا پیدا نہیں ہوگا۔ وہ ایک ہی تھا جس جیسا پیدا نہیں ہوا نہ ہو سکتا ہے نہ ہوگا اور وہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں لیکن ایک ہونے کے باوجود لامتناہی کلمات پیدا کرنے کی صفات آپ کو بخشی گئی ہیں۔ پس ان کلمات میں سے آپ بھی تو بننے کی کوشش کریں۔

چوہدری صاحب کی ذات کے جو مختلف پہلو میں بیان کرنے چاہتا تھا وہ اتنے زیادہ وسیع نکلے کہ پھر مجھے ان میں سے بھی چند کا انتخاب کرنا پڑا اور جو چند کا انتخاب کیا ہے وہ بھی پوری طرح غالباً اس چھوٹی سی مجلس میں بیان ہو نہیں سکتے۔ آپ کو ایسی خدا تعالیٰ نے عظمت عطا فرمائی تھی کہ جتنے بھی منصب آپ کو ملتے تھے وہ منصب ہمیشہ آپ سے چھوٹے نظر آتے تھے اور وہ منصب کبھی آپ کو چھوٹا نہیں دکھا سکے۔ آپ کی ذات میں حوصلہ تھا، وسعت تھی اور کسی منصب پر بیٹھ کے یہ نہیں لگتا تھا کہ اس منصب نے آپ کو اونچا کر دیا ہے بلکہ حقیقت میں آپ ہمیشہ ان مناصب کو اونچا کرتے رہے۔ ان کے معیار کو بڑھاتے رہے، یہاں تک کہ وہ منصب جب آپ نے چھوڑے تو پہلے سے زیادہ بلند مقام پر دکھائی دیا کرتے تھے اور یہ خصوصیت عجز کے نتیجہ میں انسان کو عطا ہوا کرتی ہے۔

اگر گہری نظر سے آپ غور کریں تو عجز اور حوصلہ کی وسعت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ ایک جاہل اور کم فہم سرسری نگاہ رکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ سر اونچا کرنے کے نتیجہ میں بلندیاں بھی عطا ہوتی ہیں اور وسعتیں بھی عطا ہوتی ہیں لیکن فطرت انسانی سے واقفیت رکھنے والا جس نے قرآن کریم سے فطرت انسانی کے راز سیکھے ہوں وہ اس حقیقت کو خوب جانتا ہے کہ عجز ہی میں بلندی ہے اور عجز ہی میں وسعتیں ہیں اور یہ دونوں مضامین روزانہ پانچ وقت کی نماز کی ہر رکعت ہمیں بتاتی ہے۔ پہلے عجز کا اظہار ہم رکوع کی صورت میں کرتے ہیں اور وہاں **سبحان ربی العظیم** پڑھتے ہیں یعنی وسعتوں کی طرف خدا تعالیٰ ہمارے ذہن کو منتقل فرما دیتا ہے کہ تم جھکے ہو تو تمہیں وسعتیں نصیب ہوں گی کیونکہ رب عظیم کے سامنے تم جھکے ہو اور دوسری حرکت جو ہم انکسار کی طرف کرتے ہیں جو ان حرکتوں کا وہ

منتہا ہے سجدے کی حرکت ہے۔ اور وہاں خدا تعالیٰ ہمیں یہ سکھاتا ہے **سبحان ربی الاعلیٰ**۔ **سبحان ربی الاعلیٰ** کہ تم جھکے ہو تو بلندیوں کی طرف جھکے ہو کیونکہ **رب الاعلیٰ** کی طرف جھکے ہو۔

چوہدری ظفر اللہ خان صاحب عملاً ان دونوں باتوں سے، ان دونوں رازوں سے خوب واقف تھے۔ چنانچہ ان کی عظمتیں اور ان کی رفعتیں دونوں ان کو عجز کے نتیجے میں نصیب ہوئیں اور بے پناہ ان کے اندر خدمت دین کا جذبہ تھا اور کوئی دنیا کا منصب اس سے ان کو روک نہیں سکتا تھا۔ اور دنیا کے منصب کے نتیجے میں وہ اپنے آپ کو کبھی ایسا بلند سمجھتے ہی نہیں تھے کیونکہ ہمیشہ منصب دنیاوی ان کو چھوٹا نظر آیا کرتا تھا کہ اس کے مقابل پر دین کی خدمت نسبتاً ادنیٰ نظر آئے۔ یعنی وہ عجز جو عارف باللہ کا عجز ہوتا ہے، وہ عجز ہے جس کی بات میں کر رہا ہوں۔ چنانچہ دین کی خدمت میں آپ اپنی بلندی دیکھتے تھے، دین کی خدمت میں ہی آپ کی ساری عظمتیں تھیں۔

چنانچہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک عجیب واقعہ ہے کہ ۱۹۴۱ء میں آپ کو جب فیڈرل کورٹ آف جسٹس انڈیا کا جج مقرر کیا گیا ہے تو اسی زمانے میں حضرت مصلح موعود نے تحریک کی تھی کہ مضافات قادیان (اردگرد جو دیہات ہیں) ان میں تبلیغ کے لئے لوگ اپنے آپ کو پیش کریں تو فیڈرل کورٹ کا جسٹس ۴۱ء اور ۴۲ء میں اردگرد دیہات میں تبلیغ کے لئے باقی سب مبلغین کے ساتھ مل کے جایا کرتا تھا اور ایک لحظہ کے لئے بھی اس کو خیال نہیں آیا کہ میری اتنی بڑی شان ہے، میرا اتنا بڑا مقام ہے، کوئی دیکھے گا یا سنے گا تو کیا کہے گا یہ کیا کر رہا ہے۔ یعنی چھوٹے چھوٹے گاؤں ڈپئی اور بھینی اور اٹھوال اور بے شمار چھوٹے چھوٹے گاؤں تھے جن میں ایک عام خادم احمدیت کے طور پر شامل ہوا کرتے تھے اور فخر کے ساتھ، اس احساس کے ساتھ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے سعادت نصیب ہو رہی ہے اور یہ تمنا محض ایسی خدمات کے لئے نہیں تھی جو عام حالات میں سہولت کے ساتھ ادا ہو سکتی ہے بلکہ نہایت خطرناک خدمات کے لئے بھی اسی قسم کی تمنا آپ کے دل میں تڑپا کرتی تھی۔

جب کابل میں ۱۹۲۴ء میں حضرت نعمت اللہ خان صاحب کو شہید کیا گیا تو حضرت مصلح موعودؓ نے ان لوگوں کے نام طلب کئے جو تمام خطرات کو اچھی طرح بھانپتے ہوئے پھر وہ اس بات کا عہد

کریں کہ وہ کابل میں جائیں گے اور ایک شہید کی بجائے وہ لوگ خدمات سرانجام دیں گے جو وہ شہید شہادت کی بنا پر مزید سرانجام نہیں دے سکا اور اس سلسلے کو ٹوٹنے نہیں دیں گے۔ یہ تھی اس کی روح اور جو نام پیش ہوئے اس وقت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاہور کے امیر تھے، نام پیش ہونے والوں میں سب سے پہلا آپ کا نام ہے جو الفضل میں شائع ہوا۔

اس نام کو پیش کرتے ہوئے آپ نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں جو خط لکھا ہے وہ خط ایسا خط ہے چونکہ وہ اپنے امام کو لکھ رہے تھے اس لئے باوجود طبیعت کی روکوں کے جن کا خود ذکر کر رہے ہیں نسبتاً زیادہ آسانی کے ساتھ کھل کر اپنی قلبی کیفیات کو ظاہر کر سکتے تھے۔ ایسے موقع پر آپ کی ذات کے اندر جھانکنے کا موقع ملتا ہے۔ تقویٰ کی کن راہوں سے آپ گزر رہے تھے؟ کیا آپ کے قلبی جذبات اور کیا آپ کی کیفیات تھیں؟ جب آپ نے اپنے نام کو پیش کیا ہے اور کس طرح پھر تنقیدی نظر ڈالی ہے اپنی زندگی پر، اپنی اندرونی کیفیات پر تجزیہ کیا ہے اس خوف کیساتھ کہ کہیں میں ریاکاری کا مظاہرہ تو نہیں کر رہا۔ یہ ساری باتیں اس خط سے آپ کو نظر آئیں گی یعنی اس خط کے آئینے میں آپ کو نظر آئیں گی۔

وہ لکھتے ہیں:

”سیدنا و امامنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میری زندگی آج تک ایسی ہی گزری ہے کہ سوائے اندوہ وندامت کے اور کچھ حاصل نہیں“۔

بڑی کامیاب زندگی آپ گزار رہے تھے سیاست میں بھی آپ کو دخل ہو چکا تھا، آپ کی قابلیت کا شہرہ ہندوستان میں بھی پھیل رہا تھا اور ہندوستان کے مسلمان باشعور حلقوں کی نگاہیں آپ کی طرف اٹھ رہیں تھیں اس ساری زندگی میں سے گذرتے ہوئے جو ماحصل تھا آپ کے اپنے ذاتی تجزیہ کا اپنے آپ کو کس مقام پر دیکھ رہے تھے اس کا اظہار ہوتا ہے

”سوائے اندوہ وندامت کے اور کچھ حاصل نہیں۔ میں اکثر غور کرتا ہوں کہ یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ سوائے روزی کمانے کے کسی اور کام کی فرصت نہ ملے“۔

حالانکہ امارت لاہور کے بھی بھرپور فرائض سرانجام دے رہے تھے اس وقت۔

''اور دنیا کے دھندوں میں پھنسا ہوا انسان طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا رہے آج یہ ایک خوش قسمت کہ محبوب حقیقی کے ساتھ وصال کی خبر آئی تو جہاں دل میں ایک شدید درد پیدا ہوا وہاں یہ بھی تحریک ہوئی کہ تمہارے لئے یہ موقع ہے کہ اپنی ناکارہ زندگی کو کسی کام میں لاؤ اور اپنے تئیں افغانستان کی سرزمین میں حق کی خدمت کے لئے پیش کرو۔ پھر میں اچانک رکا کہ کیا یہ محض میرے نفس کی خواہش، خواہش نمائش تو نہیں کہ اس یقین پر کہ مجھے نہیں بھیجا جائے گا اپنے تئیں پیش کرتا ہوں اور میں نے اپنے ذہن میں ان مصائب اور مشکلات کا اندازہ کیا جو اس رستے میں پیش آئیں گی اور اپنے تئیں سمجھایا کہ فوری شہادت ایک ایسی سعادت ہے جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی اور کیا تم محض اس لئے اپنے تئیں پیش کرتے ہو کہ جاتے ہی شہادت کا درجہ حاصل کرو اور دنیا کے افکار سے نجات حاصل کرلو۔ یا تمہارے اندر یہ ہمت ہے کہ ایک لمبا عرصہ زندہ رہ کر ہر روز اللہ تعالیٰ کے رستے میں جان دو اور متواتر شہادت سے منہ نہ موڑو۔ حضور انور میں کمزور ہوں، سست ہوں، آرام طلب ہوں لیکن غور کے بعد میرے نفس نے یہی جواب دیا ہے کہ میں نمائش کے لئے نہیں، فوری شہادت کے لئے نہیں، دنیا کے افکار سے نجات کے لئے نہیں بلکہ گناہوں کے لئے توبہ کا موقع میسر کرنے کے لئے، اپنی عاقبت کے لئے ذخیرہ جمع کرنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنے تئیں اس خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اگر مجھ جیسے نابکار گنہگار سے اللہ تعالیٰ یہ خدمت لے اور مجھے یہ توفیق عطا فرمائے کہ میں اپنی زندگی کے بقیہ ایام اس کی رضا کے حصول میں صرف کردوں تو اس سے بڑھ کر میں کسی نعمت اور کسی خوشی کا طلب گار نہیں۔ حضور میں مضمون نویس نہیں اور حضور کی بارگاہ میں تو نہ زبان یارا دیتی ہے نہ قلم جیسے کسی نے کہا ہے

ے بے زبانی ترجمان شوق بے حد ہو تو ہو
ورنہ پیش یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں

(یہ حسرت موہانی کا شعر ہے جو آپ نے quote کیا)

اس لئے اسی پر بس کرتا ہوں کہ جس وقت حضور حکم فرماویں افغانستان کو روانہ ہونے کے لئے تیار ہوں اور فقط حضور کی دعاؤں اور اللہ کی رضا کا طلبگار ہوں ۔ والسلام حضور کا ادنیٰ ترین غلام ۔ خاکسار ظفر اللہ خان ۸رنومبر ۱۹۲۴ء۔‘‘

یہ آپ کا انکسار تھا یہ آپ کا جذبہ خدمت تھا اور اللہ کی ذات کے ساتھ محبت تھی ، دراصل خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا خوف کہ جو آپ کے سر پہ سوار رہا کرتا تھا اور خدا تعالیٰ کے پیار کے حصول کی خواہش یہ وہ دو جذبات تھے جو چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو ساری عمر ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف رواں دواں رکھتے رہے۔ یہ وہ قوت تھی جس سے آپ نے تمام عمر حرکت حاصل کی ہے۔توانائی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی محبت تھی اور یہ سرچشمہ جس کو نصیب ہو جائے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لامتناہی نعمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ہر قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف سے راہنمائی نصیب ہوتی ہے۔اللہ کا خوف ان معنوں میں کہ خدا کی محبت سے محروم ہونے کا خطرہ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی حرص ان معنوں میں کہ کچھ ایسے کام کرنے کی توفیق ملے کہ اللہ تعالیٰ محبت اور پیار سے ہمیں دیکھنے لگے۔ یہ دو بنیادی قوتیں ہیں جن سے مومن کو ہر ترقی نصیب ہوتی ہے اس کی دعائیں بھی اسی زور کے ساتھ اوپر اونچی بلند ہوا کرتی ہیں ،اس کے کاموں کو رفعتیں ملتی ہیں ،اس کی کوششوں کو پھل نصیب ہوتے ہیں۔خطرات سے وہ بچایا جاتا ہے اور غیر معمولی تائید الٰہی کے نشان اس کو عطا کئے جاتے ہیں اور خدا کی راہ میں قربانی کے جو مختلف مظاہر ہیں خواہ اس کا نام آپ چندہ رکھ لیں ،خواہ اس کا نام وقت کی خدمت ، جان کی قربانی ،عزت کی قربانی ۔یہی دو جذبے ہیں حقیقت میں جن کا نام تقویٰ ہے اور اسی تقویٰ سے یہ ساری نیکیاں پیدا ہوتی ہیں تبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے الہاماً بتایا ’’اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے‘‘۔(اخبار الحکم ۳۱ راگست ۱۹۰۱ء، ملفوظات جلد ا صفحہ ۵۳۶) آپ نے ایک شعر کہنے کے لئے ایک مصرعہ کہا کہ ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے۔ایسا پیارا معرفت کا نقطہ تھا ابھی آپ دوسرا مصرع کہہ نہیں پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسرا مصرعہ الہام ہوا ’’اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے‘‘۔

تو جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقویٰ

کی جڑ سے ساری عمر اس طرح چمٹے رہے ہیں کہ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ (ابراہیم: ۲۵) کا مضمون دکھائی دیتا تھا۔ جڑوں کے لحاظ سے مضبوط تھے، ثابت قدم تھے، وفادار تھے۔ جو بات کہی اس پر قائم رہے۔ طبیعت میں کوئی دوغلہ پن نہیں تھا، زبان سے کچھ اور عمل سے کچھ اور، اس قسم کے تضاد کا آپ کی ذات میں کلیۃً فقدان تھا۔

چنانچہ اس کے بعد جو آپ کو خدمات کی توفیق ملی ہے وہ اس کا ایک طبعی نتیجہ تھا اس کو کسی اور جستجو کی ضرورت نہیں رہتی جس کو یہ دو چیزیں نصیب ہو جائیں یعنی تقویٰ کا یہ ماحصل مل جائے کہ خدا کی محبت کھونے کا خوف اور اس کی محبت حاصل کرنے کی تمنا اس کے لئے باقی سب چیزیں آسان ہو جاتی ہیں۔ باہر سے دیکھنے والوں کو لگتا ہے کہ بڑی قربانی ہو رہی ہے، بڑا زور مار رہا ہے، قدم قدم پہ اس کی تمناؤں کا خون ہو رہا ہے، مصیبتوں اور دکھوں میں مبتلا ہے لیکن ایسا انسان اندرونی کیفیت خود جانتا ہے کہ بس وہ پہلی دو چیزیں تھیں جو مشکل تھیں۔ فی الحقیقت تقویٰ کے مفہوم کو سمجھ کر اس سے چمٹ رہنا یہ ہے سب سے مشکل مقام بعد میں پھر سب منازل آسان ہو جاتی ہیں۔

حیرت انگیز زندگی ہے اتنی بھرپور ہے کہ چند دن ہوئے ہیں ایک MP ملنے کے لئے آئے، چوہدری صاحب کا افسوس کر رہے تھے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ آپ تو ایک ذات کا افسوس کر رہے ہیں۔ وہ تو ایک ذات کے طور پر زندہ نہیں رہے، ان کے اندر تو کئی شخصیتیں زندہ تھیں بیک وقت انہوں نے بہت سی زندگیاں گزاریں ہیں اور پھر خدا کے فضل سے لمبے عرصہ تک مسلسل کئی شخصیتیں ان کے اندر بھرپور زندگی گزارتی رہی ہیں۔ لوگ ان کو ایک خشک سیاست دان کے طور پر بھی دیکھتے رہے اور ساری عمر یہی سمجھتے رہے اور اس لحاظ سے بھی وہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے بھرپور زندگی گزاری ہے لیکن کچھ لوگوں نے ان کو ایک صاحب دل کے طور پر، ایک نہایت ہی نازک جذبات رکھنے والے انسان کے طور پر بھی دیکھا، ایسا انسان جس کے اندر یہ طاقت نہیں تھی کہ کسی غریب کا دکھ برداشت کر سکے۔ جس کے حوصلے بلند ہونے کے باوجود یہ حوصلہ نہیں تھا کہ انسانیت کو سسکتا ہوا دیکھے اور بے حسی سے گزر جائے۔ ان پہلوؤں سے حوصلے کا قد بہت ہی چھوٹا تھا بلکہ زمین کے ساتھ بچھا ہوا تھا اور روحانی اصطلاح میں اور اسلامی اصطلاح میں عجز کے ایک یہ بھی معنی ہیں کہ جہاں تک دنیا کے دکھوں کا تعلق ہے ان کے احساس کے لحاظ سے اپنے حوصلوں کو پست کر دو تا کہ تم

بھی رحمت للعالمین بن سکو۔ اس جہت میں جتنی بھی نیکیاں عطا ہوتی ہیں وہ اس قسم کے حوصلوں کی پستی سے عطا ہوتی ہیں۔

چنانچہ حیرت کی بات ہے کہ آپ نے جتنے خدمت خلق کے کام کئے ہیں دوسری ذمہ داریوں کے علاوہ ان کا شمار اگر کیا جائے تو میرے خیال میں ایک بھی انسان اس وقت ایسا نہیں ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے وہ سارے شمار کر لئے ہیں کیونکہ کچھ ظاہر بھی تھے اور کچھ مخفی بھی تھے اور آپ کی خدمت کے کام اس کثرت کے ساتھ مختلف جہتوں میں پھیلے ہوئے تھے کہ عملاً کسی کے لئے اس وقت ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ شمار کر سکے۔ ان کا کاغذات میں ذکر نہیں ملتا ان کا ان ٹرسٹس میں ذکر نہیں ملتا جو ان ٹرسٹس انہوں نے قائم کئے تھے۔ اس کثرت کے ساتھ آپ نے غرباء کی خدمت کی ہے کہ ضمناً جب بعض اوقات مجھے واسطہ پڑتا تھا اس وقت یہ معاملہ دکھائی دیتا تھا۔ یعنی بعض ایسے غرباء تھے جنہوں نے خود آکر ضمناً ذکر کیا کہ اس مصیبت، اس تکلیف میں مبتلا تھے چوہدری صاحب کو صرف اطلاع بھیجی اور اس کے نتیجے میں اس کے بعد پھر اس معاملے میں ہمیں کوئی فکر نہیں ہوئی۔ غرباء، یتامیٰ، غریب مزدور، غریب کسان، مفلوج لوگ، بعض بیماریوں میں مبتلا، ہونہار طالب علم جو غریب تھے غرضیکہ اتنی جہتوں کے ساتھ آپ نے خدمت خلق کا کام کیا ہے اور اتنی جہتوں میں آپ نے خدمت خلق کا کام کیا ہے اور پھر یہی نہیں بلکہ اداروں کو بھی کھلے ہاتھ سے دیا کرتے تھے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ساری زندگی کی کمائی ادھر خرچ ہو رہی ہے۔

اور پھر جب آپ جماعتی چندوں پہ نگاہ ڈالتے ہیں اور جماعتی خدمات پر نظر کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ساری کمائی اس کے سوا کہیں خرچ ہی نہیں ہو رہی۔ ایسی وسیع حوصلگی کے ساتھ آپ نے چندے دیئے ہیں۔ اس وقت جولنڈن مشن کی ساری عمارتیں ہیں یہ ان کی ذاتی کوشش سے کلیۃً ذاتی آمد سے آپ نے یہ سارے مصارف ادا کئے ہیں۔ یہ مشن ہاؤس، یہ ہال یہ چھوٹا ہال عورتوں کے لئے یہ عمارت رہائشی یہ ساری خدا کے فضل کے ساتھ ان کو توفیق ملی۔ اور اپنے لئے ایک چھوٹا سا کمرہ رکھا ہوا تھا، بس اسی میں ان کی گزر اوقات تھی اور وہ بھی آخر وقت تک نہیں رہی۔ جب جماعت کو ضرورت پیش آئی ہے آخر پہ یا شاید اس لئے کہ وہ سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتے تھے زیادہ تو بہرحال وہ بھی چھوڑ کے چلے گئے تھے۔

اور اس کے علاوہ بھی مختلف وقتوں میں جب تحریکات ہوئی ہیں خصوصاً حضرت مصلح موعود کے زمانے میں جب ساری جائیداد پیش کرنے کی تحریک ہوئی اس وقت آپ ساری جائیداد پیش کرنے میں اولین میں سے تھے اور جس طرح کہ ان کے اندر تقویٰ اور نیکی تھی صاحب عزم تھے۔ اس خط سے بھی ظاہر ہے جو میں نے پڑھ کے سنایا ہے۔ جب آپ نے وقف کیا تھا تو مراد یہی تھی کہ ایک پائی کی جائیداد بھی میں اپنے لئے نہیں رکھوں گا اور وہ اس بات کے لئے تیار تھے۔ جن خطرات کے پیش نظر حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک کی وہ خطرات پیش نہیں آئے۔ اس لئے وہ جائیداد نہیں لی گئی یہ مجھے علم ہے لیکن اس کے علاوہ بھی جب بھی جتنی ضرورت پیش آئی ہے کبھی ایک لمحہ کا بھی تردد آپ نے محسوس نہیں کیا بلکہ کوشش یہ ہوتی تھی کہ حضرت مصلح موعودؓ خود معین کر دیں اس طرح لے لیں جیسے آپ کی چیز ہو یہ کیفیت تھی آپ کے چندوں میں جو ہمیشہ اسی طرح رہی۔

اور سیاست کی بھرپور زندگی تو اتنی وسیع زندگی ہے کہ اس میں سے ساری باتوں کا ذکر تو ویسے ہی ممکن نہیں۔ قوموں پر جو احسان کرنے کی خدا تعالیٰ نے آپ کو توفیق عطا فرمائی کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ کثرت سے دوسرے بھی برکت حاصل کریں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسے مقام پر پہنچایا جہاں واقعۃً ہر قوم نے اس سرچشمے سے پانی پیا۔ یعنی United Nations کی آپ کو صدارت نصیب ہوئی اور وہ دور United Nations کی تاریخ میں اگر کسی ایک تعریف کے ساتھ یاد کیا جائے تو وہ United Nations کا اخلاقی دور کہلائے گا۔ تمام اسلامی، اخلاقی قدروں کو آپ نے وہاں نافذ کیا ہے۔ اور وہ ایک دور تھا جبکہ دہریہ سیاست دان بھی جو United Nations میں حصہ لیا کرتے تھے وہ بھی احترام سے اور سنبھل کر بیٹھا کرتے تھے اور کوئی بدخلقی کی بات نہیں کیا کرتے تھے۔ یہ جو Booing یا تماشہ بنی اور تحقیر کے الفاظ استعمال کرنا، غصہ میں آپے سے باہر ہو جانا یہ ساری حرکتیں اس وقت United Nations میں مفقود تھیں اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا اور قرآن کریم سے استنباط کرنا اور اخلاقی تعلیم دیتے چلے جانا قطع نظر اس کے کہ کوئی مانتا بھی ہے کہ نہیں آپ کو یا قرآن کریم کو یہ آپ کا شیوہ تھا۔ ایسی جرات خدا نے عطا فرمائی تھی اور بات میں ایسی عظمت تھی کردار کے نتیجے میں کیونکہ بات کو

عظمت تو کردار سے نصیب ہوا کرتی ہے لفاظی سے نہیں ہوا کرتی کہ اس کے نتیجہ میں غیروں پر بھی رعب بیٹھتا تھا۔

چنانچہ ایک دفعہ چوہدری صاحب نے مجھ سے خود ذکر کیا بے تکلفی کی باتیں ہو رہی تھیں کھانے پر کہ حیرت ہوتی تھی کہ وہ لوگ جن کا کوئی دین سے کوئی تعلق نہیں، مذہب سے کوئی تعلق نہیں، میرے ساتھ خدا تعالیٰ نے ان کو اچھا سلوک کرنے کا پابند فرما دیا کیونکہ وہ ہر بات اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھتے تھے اس لئے ذکر ہمیشہ اسی رنگ میں کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فضل ہے احسان ہے کہ اس نے ان کے دل میں ایک رعب سا ڈال دیا تھا اور وہ میری باتوں کو مانتے تھے حالانکہ بظاہر کوئی حق نہیں تھا میرا اس طرح ان کو آداب کے پابند کرنے کا۔

پریذیڈنٹ کی حیثیت معلوم ہے معروف ہے لیکن سیاست کی دنیا میں جو توقعات کی جاتی ہیں ایک پریذیڈنٹ کے رعب داب کے متعلق وہ عملاً نہیں ہوا کرتا۔ آزاد ممالک ہیں، طیش میں آئیں تو سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ کون بیٹھا ہے، نظم وضبط کیا ہوتا ہے اور وقت کی پابندی کروانا یہاں تک بھی آپ کو وہاں آداب سکھانے پڑے اور بلاشبہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کلام ایک ذات میں بھی پورا ہوا ہے۔ ویسے تو بکثرت ایسے احمدی ہیں جن سے قوموں نے فائدے اٹھائے ہیں لیکن وہاں ایک ذات میں یہ ساری باتیں اکٹھی ہوگئیں۔ ایک سرچشمے سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی پر فخر کیا کرتا تھا تمام اقوام عالم نے فائدہ اٹھایا اور سیراب ہوئیں۔

اور پھر قوموں کی بھرپور خدمت میں آپ کو خدا تعالیٰ نے ایسے ایسے مواقع نصیب فرمائے کہ وہ وقت ایسا تھا جبکہ نئی تاریخ کی شکلیں بن رہی تھیں۔ یہ جو آج کی جدید تاریخ ہے اس کی بنیادیں ڈالی جارہی تھیں۔ اس دور میں جب کہ آپ کو United Nations میں پیش ہونے کا موقع عطا فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک ممبر کی حیثیت سے، ایک نمائندے کی حیثیت سے یا بعد ازاں ایک صدر کی حیثیت سے۔ چنانچہ ایک لمبے دور تک جب آپ پاکستان کے وزیر خارجہ بنے ہیں اُس وقت سے United Nations کی صدارت تک پہنچنے کے درمیان تک کا جو عرصہ ہے یہ عرصہ ایک بہت ہی اہم عرصہ ہے جس میں نئی تاریخ بن رہی تھی۔

چنانچہ آپ کو موقع ملا عربوں کی خدمت کا فلسطین کے معاملے میں اور ایسی عظیم الشان

خدمت کی توفیق ملی کہ عرب اٹھ اٹھ کر آپ کے ہاتھ چومتے تھے، بڑے بڑے سربراہ اور اپنے اپنے ممالک میں بڑی عظمتوں کے مالک اور اس بات پر فخر کرتے تھے۔اس قدر محبت تھی، اتنا پیار تھا کہ جو ان میں سے وفادار تھے۔انہوں نے آخر دم تک اس کو نبھایا ہے۔صرف فلسطین کا معاملہ نہیں تھا۔ مورا کو (مراکش) کی خدمت کی توفیق ملی، Tunisia (تیونس) کی خدمت کی توفیق ملی، Jordan (اردن) کی خدمت کی توفیق ملی اور اس کے علاوہ بکثرت دیگر ممالک تھے،سوڈان کی خدمت کی توفیق ملی۔بکثرت تھے صرف مسلمان ممالک ہی نہیں بلکہ بہت سے دیگر ممالک بھی جن کے حق میں آپ نے باتیں کہیں، جن کے حق حاصل کرنے میں آپ نے مدد کی۔مسلمان ممالک میں آپ کو انڈونیشیا کی خدمت کی بھی توفیق ملی۔

United Nations میں آپ کی تقاریر کا جو ریکارڈ ہے وہ دو سال قبل میں نے بڑی محنت سے کوشش کر کے وہ حاصل کر لیا ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدا نے ایک سبیل بنا دی اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے ذریعے وہ سارا ریکارڈ مجھے مل گیا ہے کیونکہ خواہش یہ تھی کہ چوہدری صاحب کی ان تاریخی خدمات کو وقتاً فوقتاً دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا رہے کیونکہ بعض لوگ تو خیر بھول جاتے ہیں بعض لوگ نئی الٹی باتیں ایجاد کر لیا کرتے ہیں۔یعنی جہاں مسلمان ممالک کی خدمت کی ہے وہاں یہ الزام لگانے والے بھی بدقسمت ہیں کہ مسلمان ممالک کے مفاد کے خلاف کوشش کی نعوذ باللہ من ذالک تو میں نے تو اس نیت سے اس کو اکٹھا کیا تھا لیکن اب جب اس کو وقتاً فوقتاً دنیا کے سامنے پیش کرنے کا موقع ملے گا تو جو اپنی معصومیت میں بھولے ہوئے ہیں ان کو بھی یاد تو آئے گا کہ کوئی ایک ایسا انسان ایک درویش صفت خدا کا بندہ تھا جس نے ملکوں اور قوموں کی بے لوث خدمتیں کی ہیں۔بہر حال یہ تو بہت ہی ایک لمبی فہرست ہے اور لمبا ذکر ہے۔

میں اپنے ذاتی تاثرات بیان کر رہا تھا اور وہ میں اسی پر پھر بات ختم کرنی چاہتا ہوں کہ چوہدری صاحب کے ساتھ میری خط و کتابت بھی بہت رہی ہے اور میں جانتا ہوں کہ بہت ہی نرم دل تھا، اللہ تعالیٰ کی خشیت تھی اور خشوع وخضوع تھا۔مجھے آپ کے ساتھ اکٹھے نماز پڑھنے کی بھی توفیق ملی ہے۔کبھی میں لاہور جاتا تھا تو ہمیشہ بڑی محبت سے بلایا کرتے تھے اور کبھی یہ ہو نہیں سکتا تھا کہ وہ لاہور میں ہوں اور میں ملے بغیر یا آپ کے ساتھ کھانا کھائے بغیر یا آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارے بغیر

واپس جاسکوں کیونکہ مجھ میں ان کے شکوے کی ہمت نہیں تھی اور وہ اس بات پر یقیناً بہت شاکی ہو جاتے تھے۔اس لئے جب ہم نماز پڑھتے تھے تو مجھے کہا کرتے تھے کہ تم نماز پڑھاؤ اور اس وقت جو ان کی کیفیت ہوتی تھی قریب سے وہ صرف سننے کا سوال نہیں وہ محسوس ہونے لگتی تھی۔عجیب خشوع وخضوع تھا ان کی نمازوں میں اور ہر لفظ جو ادا کرتے تھے ایک ایک لفظ موتی کی طرح سجا کر خدا کے حضور پیش کیا کرتے تھے۔گویا التحیات للہ کے مفہوم سمجھ رہے ہیں جانتے ہیں کہ عبادت تبھی قبول ہوگی اگر تحفہ کے طور پر پیش کریں گے ورنہ بے معنی ہو جائے گی۔

پھر وہ پرائیویٹ مجلسوں میں جو گفتگو ہوا کرتی ہے۔مختلف پہلوؤں سے ان کی طبیعت میں جھانکنے کا موقع ملا۔ پھر خط وکتابت کے ذریعے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ان کے خطوط ایسے ہیں بڑے سنبھال کے میں نے رکھے ہوئے ہیں لیکن چونکہ ان کا مزاج نہیں تھا کہ لوگوں کو ان کی بعض اندرونی کیفیات کا پتہ چلے۔صرف چند دوستوں کے ساتھ چند آدمیوں سے وہ خطوں کے وقت بے تکلف ہو جاتے تھے اور ہر خط میں ان کی انکساری کا پہلو اتنا حیرت انگیز ہے کہ جو خط پڑھنے والے کو شرمندہ کر دیا کرتا تھا۔بے حد عجز اور انکساری اسی وجہ سے ان کے ساتھ مجھے خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تعلق عطا ہوا ہوا تھا۔

جب خلافت کے بعد خدا تعالیٰ نے مجھے پہلا کشف دکھایا ہے تو تعجب کی بات نہیں کہ پہلے کشف میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب ہی دکھائے گئے اور وہ بھی ایک عجیب کشف تھا میں حیران رہ گیا کیونکہ اس قسم کی باتوں کی طرف انسان کا ذہن عموماً جا ہی نہیں سکتا۔ایک دن یا دو دن خلافت کو گزرے تھے تو کسی نے پوچھا کہ آپ کو خلیفہ بننے کے بعد کوئی الہام کوئی کشف وغیرہ ہوا ہے میں نے کہا مجھے ابھی تک تو کچھ نہیں ہوا بس میں گزر رہا ہوں جس طرح بھی خدا تعالیٰ سلوک فرما رہا ہے،ٹھیک ہے۔تو اس کے چند دن کے بعد ہی میں نے صبح کی نماز کے بعد کشفاً بڑے واضح طور پر ایک نظارہ دیکھا کہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب لیٹے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہیں اور میں وہ باتیں سن رہا ہوں اور فاصلہ بھی ہے۔مجھے یہ علم ہے کہ لیٹے لندن میں ہوئے ہیں لیکن جس طرح فلموں میں دکھا دیا جاتا ہے قرب کہ ٹیلیفون کہیں دور سے ہو رہے ہیں اور سن رہا ہے گویا کہ اس قسم کے مزے کیمرہ ٹرک سے ہو جاتے ہیں۔تو کشفاً یہ دیکھ رہا تھا کہ چوہدری صاحب اپنے بستر پہ لیٹے ہوئے ہیں

اور اللہ تعالیٰ سے کچھ باتیں کر رہے ہیں اور میں سن بھی رہا ہوں اور اس کے ساتھ ایک ذہنی تبصرہ بھی ہو رہا ہے لیکن گویا میری آواز وہاں نہیں پہنچ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے چوہدری صاحب سے یہ پوچھا کہ آپ کا کتنا کام باقی رہ گیا ہے تو چوہدری صاحب نے عرض کیا کہ کام تو چار سال کا ہے لیکن اگر آپ ایک سال بھی عطا فرما دیں تو کافی ہے۔ یہ سن کر مجھے بہت سخت دھکا سا لگا اور میں چوہدری صاحب کو یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ چار سال مانگیں خدا تعالیٰ سے یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ ایک سال بھی عطا ہو جائے تو کافی ہے۔ مانگ رہے ہیں خدا سے اور کام چار سال کا بیان کر رہے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ایک سال ہی کافی ہے۔ مجھے اس سے بے چینی پیدا ہوئی لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس نظارے میں میں اپنی بات پہنچا نہیں سکتا تھا صرف سن رہا تھا کہ یہ گفتگو ہو رہی ہے۔

وہ میں نے پھر دوسرے دن ہی چوہدری حمید نصر اللہ صاحب اور ان کی بیگم کو لکھ کے بھیج دیا اور مجھے اس سے تشویش پیدا ہوئی کہ ہو سکتا ہے خدا تعالیٰ لمبی زندگی نسبتاً دے دے لیکن کام کا صرف ایک سال ہی ملے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے۔ ۱۹۸۳ء میں آپ پر شدید بیماری کا حملہ ہوا اور اس وقت تک جو وہ کام کر سکے ہیں عملاً اس کے بعد پھر رفتہ رفتہ ان کو کام سے بالکل الگ ہونا پڑا یعنی بھرپور کام صرف ایک سال توفیق ملی ہے۔ پھر آپ کو بیماری کی وجہ سے پاکستان جانا پڑا اور اس کے بعد پھر طبیعت گرتی چلی گئی ہے کمزور ہوتی چلی گئی ہے، پھر آخر پر صرف مطالعہ پر آ گئے تھے۔ اور چار سال تو اس وقت کے بعد نہیں ملے لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ جو شدید بیماری کا حملہ ہوا ہے جس پہ ڈاکٹروں نے کہا کہ بچنے کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ یہ اس کشف کے دو سال کے بعد دوبارہ ہوا ہے یعنی ۸۲ء میں جب میں کراچی تھا تو فروری میں یہ مجھے اطلاع ملی کہ ابھی لاہور سے فون آیا ہے کہ اب تو کوئی بچنے کی صورت بظاہر نہیں رہی۔

اس وقت مجھے یہ یقین دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا دعا بھی میں نے کی لیکن پھر رات رویاء میں خدا تعالیٰ نے دکھایا کہ ایک خط آیا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے جو چوہدری صاحب کی اس بیماری کے متعلق میں پڑھ رہا ہوں اور صرف ایک فقرہ ہے جس پر نظر جمی ہوئی ہے اور اس فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ میں زندہ بھی کرتا ہوں اور بوجھ بھی اتار دیتا ہوں، مہیا بھی کر دیتا ہوں۔ یعنی یُحْیِیْ کا مضمون تھا۔ دونوں معنوں میں دوسری 'ہ' کے ساتھ بھی کہ میں مہیا بھی کرتا ہوں اور زندہ بھی کرتا ہوں۔ تو مجھے

یہ خیال آیا کہ چوہدری صاحب کو ایک فکر دامن گیر ہے خدا تعالیٰ نے ساتھ اس کی بھی خوشخبری دے دی ہے اور یہ فکر تھی کہ انہوں نے جو صد سالہ جوبلی کے لئے چندہ لکھوایا تھا اس میں سے دو لاکھ پاؤنڈ ابھی ان پر قرض تھا، واجب الادا تھا۔

ان کا جو سرمایہ تھا وہ ایک ظالم نے قبضہ میں لے لیا اور بظاہر یہ نظر آتا تھا کہ اب اس سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ نقصان ہو چکا ہے میں ادا نہیں کر سکتا۔ بعض لوگوں کو بدظنی تھی کہ بہانہ بنایا گیا ہے چوہدری صاحب کی سادگی سے فائدہ اٹھایا گیا ہے اور کافی بڑی رقم اس کے پاس ضائع ہونے کا خطرہ تھا اور چوہدری صاحب توقع رکھ رہے تھے کہ وہاں سے پیسہ ملے تو میں یہ چندہ ادا کروں۔ چنانچہ جب میری آخری ملاقات ہوئی ہے اس وقت بھی اس کا طبیعت پر بہت بوجھ تھا۔ جب میں کراچی جانے لگا ہوں اس وقت بھی مجھ سے ذکر کیا علیحدگی میں کہ اس کے لئے دعا کریں کہ میری طبیعت پہ بہت ہی بڑا بوجھ ہے۔ تو اس رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے جو مضمون بتایا اس سے مجھے یہ بھی یقین ہو گیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایک تو یہ کہ اس صورت میں تو اللہ تعالیٰ ان کو نہیں مارے گا اور جب تک وہ بوجھ نہیں اترتا اس وقت تک خدا تعالیٰ ضرور زندہ رکھے گا۔

چنانچہ خدا تعالیٰ نے غیر معمولی زندگی عطا فرمائی۔ پھر کئی خطرات پیدا ہوئے۔ کئی بحران آئے اور ڈاکٹروں کی نظر میں تو وہ ہر دفعہ یہی کہہ دیتے رہے کہ بس اب بچنے کی امید نہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بچاتا رہا۔

پھر میرا یہاں آنا ہوا اور یہاں اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ وہ پھنسی ہوئی رقم جس کے متعلق سب اس کو Right off کر چکے تھے کہتے تھے اس کے نکلنے کی کوئی امید نہیں اس سلسلے میں کچھ کوشش کی توفیق عطا ہوئی اور ہمارے ماموں زاد بھائی ہیں رفیع الدین ایڈووکیٹ ان کو بھی خدا تعالیٰ نے کراچی سے یہاں بھجوا دیا اور بڑے قابل وکیل ہیں اور ان باتوں میں بڑے ماہر گفت وشنید کا فن بھی جانتے ہیں۔ چنانچہ ان کی کمپنی کے ذریعے جب وہ گفت وشنید ہوئی تو قانونی طور انہوں نے اس طرح ان کو قابو کر لیا کہ دو لاکھ سے کچھ زائد رقم ان سے مل گئی اور یہی وہ دو لاکھ تھا جو ان کو پریشان کئے ہوئے تھا۔ چنانچہ چند مہینے پہلے کی بات ہے کہ انہوں نے مجھے بتایا کہ الحمدللہ نہ صرف یہ کہ رقم ہمیں مل جائے گی کی بات نہیں وہ عمارت جو دو لاکھ سے زائد کی ہے وہ اب خدا کے فضل سے ہمارے

قبضہ میں آ گئی ہے۔ تو وہ ایک چونکہ اس خوشخبری میں یہ دونوں باتیں اکٹھی بیان ہوئی تھیں۔ تو پہلا دھڑکا تو مجھے اس بات کا تھوڑا سا خفیف سا ہوا کہ یہ کام تو ہو گیا ہے اب لیکن بہر حال خدا پھر بھی زندگی دیتا رہا اور جب تک چوتھے سال میں داخل نہیں ہوئے اس وقت تک خدا نے نہیں بلایا۔ چار سال مکمل تو نہیں ہوئے لیکن ان چار سال میں داخل ہو کر تیسرے مہینے میں تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے پھر ان کو واپس بلا لیا۔

آپ کی زندگی اپنے اندر کئی قسم کے نشان رکھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے کچھ سلوک تھے جو براہ راست ان پر ہمیشہ نازل ہوتے رہے کچھ خدا نے دوسروں کو بھی دکھایا، مجھے بھی دکھایا کہ میں اس شخص سے پیار کرتا ہوں۔ اس لئے جب میں یقین سے کہتا ہوں تو کچھ یہ پہلو بھی ہے یقین کا کہ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی (النجم: ۳۳) خدا تو بہر حال تقویٰ کو جانتا ہے۔ وہ جب یہ سلوک فرماتا ہے کہ غیروں کو بھی اس کے تقویٰ کے نشان دکھانے لگے اور اپنی محبت اور پیار کے نشان دکھانے لگے تو پھر یہ امید اور یہ حسن ظن کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت اور پیار کا سلوک کرے گا ایک اور منزل میں داخل ہو جاتے ہیں۔

ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے اوپر اللہ تعالیٰ بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ ان کی اولاد پر، ان کی نسلوں پر، ان کے عزیزوں پر، ان سب پر جو آپ کو پیارے تھے اس رنگ میں بھی رحمتیں نازل فرمائے کہ ان کی خوبیاں اختیار کرنے کی توفیق بخشے۔

جماعت احمدیہ کو اس وصال پر صدمہ تو ہے بڑا گہرا صدمہ ہے لیکن اس صدمے کے نتیجے میں مہمیز کا سا اثر ہونا چاہئے مایوسی کا اثر نہیں ہونا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کی رحمتیں بے شمار ہیں وسیع ہیں اس کی عطا کے دروازے کوئی بند نہیں کر سکتا اور جن راہوں میں وہ کھلتے ہیں وہ لامتناہی راہیں ہیں۔ اس لئے آپ کو اگر خدا ظفر اللہ خان نہیں بنا سکتا تو اپنی اولاد کو بنانے کی کوشش کریں اور اولاد در اولاد کو یہ بتاتے چلے جائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایک نہیں دو نہیں بکثرت ایسے غلام عطا فرمائے گا جو عالمی شہرت حاصل کریں گے۔ جو علم وفضل کے مضامین میں حیرت انگیز ترقیات حاصل کریں گے جو بڑے بڑے عالموں اور فلسفیوں کے منہ بند کر دیں گے اور قومیں ان سے برکت پائیں گی۔ ایک قوم یا دو قوم بھی نہیں کل عالم کی قومیں ان سے برکت پائیں گی۔ تو خدا کرے

کہ بکثرت اور بار بار ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھیں۔ دوسروں ہی میں نہیں اپنوں میں بھی، غیروں کے گھروں میں نہیں اپنے گھروں میں بھی ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس عظیم پیشگوئی کو پورا ہوتا دیکھیں۔

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

ابھی انشاء اللہ جمعہ کے بعد حضرت چوہدری صاحب کی نماز جنازہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آپ کو تو ہر وقت یہ لگن رہتی تھی کہ میں کب اپنے ان پیاروں کے پاس حاضر ہوں جو دوسری دنیا میں ہیں۔ یہ ذہن میں میرے ایک بات آئی تھی وہ اس وقت پہلے خطبہ میں بیان کرنی بھول گیا۔ یہ بھی ایک بڑا نمایاں حصہ تھا کردار کا کہ موت کے لئے ہر وقت تیار تھے اور اس ذکر سے ذرہ بھر بھی جذبات میں ہیجان پیدا نہیں ہوتا تھا۔ Matter of fact ایک روزمرہ کا واقعہ جس طرح ہوتا ہے ہر صبح ہر شام ہر دوپہر کو تیار رہا کرتے تھے ہر رات کو تیار سوتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مجھے تو خیال ہی نہیں آتا کبھی کہ یہ کوئی ایسی بات ہے جس پہ کوئی انسان فکر کرے۔ لوگ خوابیں دیکھتے ہیں مجھے بتاتے ہیں میں کہتا ہوں ٹھیک ہے جب بلائے اچھا ہے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میرے تو اکثر پیارے ادھر بیٹھے ہیں جن سے ملنے کی تمنا ہے۔ تو اس میں ڈرنے کی کون سی بات ہے۔ یقین کامل اور پھر یہ واقعہ کہ جن سے سب سے زیادہ آپ کو عشق اور محبت تھا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم اور اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور پھر والدہ جو بہت ہی بزرگ عظیم عورت تھیں اور وہ والد بھی۔ ذاتی اور روحانی تعلقات میں یہی ان کی محبتوں کا خلاصہ تھا اور یہ اس دنیا کے لوگ تھے۔ تو وہ تو یہاں رہتے ہوئے بھی ایک عالم بقا میں رہ رہے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ وہ تو خوش ہیں اور خوش رہیں گے۔ انشاء اللہ ہمیں خدا کے گھر سے یہی امید ہے۔ اللہ پسماندگان کو بھی خوش رکھے اور ان کو بھی وہ نعمتیں عطا فرمائے۔ آمین۔